Fikr-e-Iqbal
Vol 2 No 1, 2025

Allama Iqbāl & Syed Maudūdi: A Comparative Study of Their Ideologies of Government and Economy

علامہ اقبالؒ وسید مودودیؒ: نظریاتِ نظام حکومت ومعیشت کا تقابلی جائزہ

Dr. Muhammad Tahir Akbar
Visiting Lecturer; The Islamia University of Bahawalpur
Correspondence: 786tiens@gmail.com

Abstract

Regarding the system of government and economy, Allama Muhammad Iqbāl expressed his views in his poetry, articles, and letters & also presented the ideology of Pakistan for the establishment of an Islamic system of government and economy worldwide. While Maulana, in addition to his articles and books, also made practical efforts to establish Pakistan as a Welfare-Oriented Islamic Democratic state.

Iqbal paid tribute to Syed Maudūdi for writing a knowledge-filled book, “Al-Jihad fi al-Islam,” at the age of 24. At that time, Iqbāl wanted Islamic jurisprudence to be renewed in the changing context of the present era. In this regard, his eyes fell on the young religious scholar of that time, Maulana Syed Abul-Ala Maudūdi, and the area of Pathankot was selected for this work. Syed Maudūdi reached there, but Iqbāl died during this time. Thus, the work of renewing Islamic jurisprudence under the supervision of Iqbāl could not be completed.

Iqbāl explained the mistakes of Western democracy. Iqbāl wanted to remove the mistakes of the Western democratic system and present the Islamic democratic system in practice to the world. Iqbāl called it; spiritual democracy. He also wanted to present the Islamic economic system to the world in comparison with capitalism, socialism, communism and mixed economy.

Syed Maududi's position was that the democratic system is not the legacy of Europe but the legacy of Islam. The Westerners have adopted this form of government in the name of democracy, which aims to establish authoritarian governments. After the establishment of Pakistan, Syed Maudūdi, along with other scholars, launched successful movements for the Islamic democratic system, which resulted in the formation of the 1973 constitution.

In the research paper under review, the Sequential Comparative Approach has been adopted to conduct a comparative analysis of the theories of Iqbāl and Maudūdi on government and economy, and in this regard, the theories of both leaders have been examined in detail.

Keywords:
Government, economy, Iqbāl, Maudūdi, Ideology, Welfare-Oriented Islamic Democratic state

Received: 13-09-2025 **Accepted:** 01-12-2025 **Online:** 31-12-2025

Licensed under CC BY-NC 4.0 (Non-Commercial, Attribution).
2025 [Author]. All rights reserved.

موضوع کا تعارف و اہمیت:

بیسویں صدی کے آغاز میں برصغیر سے علامہ اقبالؒ کی مضبوط آواز نے مغربی جمہوریت کی خامیاں بیان کیں اور مغربی تہذیب کی اپنے خنجر سے آپ خودکشی کرنے کی پیش گوئیاں بھی کیں۔ اقبالؒ کی یہ پیش گوئیاں پہلی اور دوسری جنگ عظیم کی صورت میں پوری ہوئیں۔ اقبالؒ نے عصر حاضر میں اسلامی نظام حکومت اور اسلامی نظام معیشت کے خدوخال بیان کرنے کے لئے اجتہاد کی اہمیت کو اجاگر کیا اور علمائے کرام کو اجتہاد کی دعوت دی۔ اقبال کی اس دعوت کو اس وقت کے نوجوان عالم دین؛ مولانا سید مودودیؒ نے قبول کیا اور پٹھان کوٹ تشریف لائے۔ اس سے قبل کہ اس اہم کام کا باقاعدہ آغاز ہوتا؛ اقبال کی زندگی نے وفا نہ کی۔ یوں دونوں شخصیات کا مشترک کام نہ ہو پایا۔ اقبال کا دعویٰ تھا کہ ریاست مدینہ میں رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عوام کے لیے عوام کی حکومت کے نظام کو قائم کیا تھا جو جمہوریت سے نہایت قریب ہے۔ اقبال چاہتے تھے کہ مغربی جمہوری نظام کی خامیاں دور کرکے روحانی جمہوریت نیز کیپٹلزم، سوشلزم اور کمیونزم کے مقابلہ میں اسلامی نظام معیشت کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ روحانی جمہوریت اور اسلامی نظام معیشت کے نفاذ کے لئے اقبال برصغیر میں ایک یا ایک سے زائد مسلم ریاستوں کے قیام کی خواہش رکھتے تھے۔

مولانا سید مودودیؒ بھی مغربی جمہوری نظام کے سخت مخالف تھے اور جمہوریت کی بنیاد پر حکمرانوں یا عوام الناس کی مطلق العنانی کے خلاف تھے نیز یہ کہ آپ خلافت امیہ، عباسیہ یا عثمانیہ کی طرز پر کسی اور خلافت کے قیام کے بھی قائل نہیں تھے۔ اس کی بجائے آپ نے خلافت جمہور کا نظریہ پیش کیا۔ ظاہری طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ سید مودودی مغربی جمہوریت یا آج کی دنیا میں رائج جمہوریت کے نظریہ حاکمیت کو جزوئی طور پر مسترد کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں "خلافت جمہور یا جمہوری خلافت کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ اگر دونوں بزرگان کے نظریات کا بغور جائزہ لیا جائے تو دونوں ہی مغربی نظام جمہوریت کے سخت مخالف ہیں جس میں عوامی نمائندگان کو بہت زیادہ اختیارات دے کر اللہ کی حاکمیت کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اقبال اپنے منفرد انداز کی شاعری، نثر، تاریخ اور قرآن و سنت کی روشنی میں روحانی جمہوریت جبکہ مولانا سید مودودیؒ قرآن و سنت کی روشنی میں جمہوری خلافت کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ مختلف الفاظ اور مختلف انداز کے باوجود حکومت و معیشت کے حوالہ سے دونوں بزرگوں کا نظریہ بہت حد تک مماثلت رکھتا ہے۔

منہج تحقیق:

زیر نظر مضمون میں تاریخی، تجزیاتی و تقابلی منہج کو اپنایا گیا ہے۔ جس میں اقبال اور مولانا سید مودودیؒ کے نظریاتِ خلافت و جمہوریت کو تفصیلی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ان میں تقابل کیا گیا ہے، مماثلت اور اختلافات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ نیز ان دونوں بزرگان کے نظریات و تعلیمات کی روشنی میں یہ بھی جاننے کی کاوش کی گئی ہے کہ عصر حاضر میں ایک اسلامی مملکت کا نظام حکومت و معیشت کیسا ہونا چاہئیے۔

اسلامی نظام حکومت و معیشت کے حوالہ سے افکارِ اقبال:

اقبال نے اسلامی نظام حکومت اور اسلامی نظام معیشت کے حوالہ سے اجتہاد کی ضرورت و اہمیت کو اجاگر کیا۔ انہوں نے نہایت سنجیدگی اور تندہی کے ساتھ اپنی شاعری اور نثر کے ذریعہ نہ صرف علمائے کرام بلکہ امت مسلمہ کو بھی اپنا پیغام دیا لیکن اقبال کی زندگی میں علمائے کرام نے ان کے پیغام کو اہمیت نہ دی۔ البتہ ان کی وفات کے بعد اس حوالہ سے بہت سا کام ہوا۔ جس میں سب سے اہم ۱۹۷۳ء میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کا متفقہ آئین ہے جس میں قریباً تمام مسالک کے علمائے کرام نے حصہ لیا اور عصر حاضر میں اسلامی فلاحی مملکت کے لئے بہترین دستور تشکیل دیا گیا۔

معاشی و اقتصادی نظریات سے متعلق افکارِ اقبال:

عصر حاضر کے معاشی و اقتصادی نظاموں جیسے سرمایہ دارانہ نظام (Free market or capitalism)، اشتراکیت (Philosophy of Socialism)، کیمونزم (Philosophy of Communism)، مکس اکانومی (Mix Economic Philosophy) کے ساتھ ساتھ اسلامی نظام معیشت پر بھی اقبالؒ کی بہت گہری نظر تھی۔ آپ نے عصر حاضر کی جدید معاشیات پر اردو زبان کی پہلی کتاب "علم الاقتصاد" مرتب فرمائی جو ۱۹۰۴ء میں شائع ہوئی۔ ظریفانہ کلام میں قرآن کریم کے حوالہ سے لکھتے ہیں!

کارخانے کا ہے مالک مردناکردہ کار — عیش کا پتلا ہے، محنت ہے اسے ناساز گار
حکم حق لیس الانسان الا ما سعی[i] — کھائے کیوں مزدور کی محنت کا پھل سرمایہ دار[ii]

اقبال نے اسلام کے معاشی عدل و انصاف کے تصورات کے درمیان گہری مماثلت کو اپنی شاعری میں بہت سے مقامات پر موضوع سخن بنایا ہے۔ نظم اشتراکیت میں قرآن کریم کے حوالے سے لکھتے ہیں!

قوموں کی روش سے مجھے ہوتا ہے یہ معلوم — بے سود نہیں روس کی یہ گرمی گفتار

اندیشہ ہوا شوخی افکار پہ مجبور
فرسودہ طریقوں سے زمانہ ہوا بے زار

انساں کی ہوس نے جنہیں رکھا تھا چھپا کر
کھلتے نظر آتے ہیں بتدریج وہ اسرار

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

جو حرف " قل العفو[iii] " میں پوشیدہ ہے اب تک
اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار[iv]

اللہ تعالیٰ نے حرف " قل العفو " میں مسلمانوں کو اپنی ضرورت سے زیادہ مال معاشرے کے غریب اور محروم طبقات کو دیتے رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اس نظم میں اقبال نے اشتراکیت کی بجائے اسلام کے معاشی نظام کے قیام کی تمنا کی ہے، جس کی بدولت معاشرے میں کوئی بھی زیر دست اور محتاج نہ رہے۔ ابلیس کی مجلس شوریٰ میں علامہ اقبال نے ابلیس کے پہلے مشیر سے کہلوایا۔

مجلس ملت ہو یا پرویز کا دربار ہو
ہے وہ سلطاں، غیر کی کھیتی پہ ہو جس کی نظر

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر[v]

نظم سرمایہ و محنت میں لکھتے ہیں!

اے کہ تجھ کو کھا گیا سرمایہ دار حیلہ گر
شاخ آہو پر رہی صدیوں تلک تیری برات

دست دولت آفریں کو مزد یوں ملتی رہی
اہل ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکواۃ

ساحر الموط نے تجھ کو دیا برگ حشیش
اور تو اے بے خبر سمجھا اسے شاخ نبات

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے[vi]

اقبال نے سرمایہ دارانہ نظام، اشتراکیت اور اسلامی معاشی نظام سے متعلق ابلیس کی مجلس شوریٰ میں بھی نہایت تفصیل سے لکھا ہے، جس میں انہوں نے نہ صرف سرمایہ دارانہ نظام کی خرابیاں ذکر کی ہیں اور اشتراکیت اور اسلامی نظام معیشت کے بعض مشترکات کو بیان کیا ہے بلکہ اسلامی معاشی نظام کی حقانیت بھی بیان کی ہے اور اس میں اشتراکیت کے خلاف ابلیس کے منہ سے کہلوایا!

کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو اشتراکی کوچہ گرد
یہ پریشاں روزگار، آشفتہ مغز، آشفتہ مو

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرر آرزو

جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندہ مومن کا دیں

الحذر! آئین پیغمبر سے سو بار الحذر
حافظ ناموس زن، مرد آزما، مرد آفریں

موت کا پیغام ہر نوع غلامی کے لئے — نے کوئی فغفور و خاقاں، نے فقیر رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک وصاف — منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب — پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں
چشم عالم سے رہے پوشیدہ کہ آئیں تو خوب — یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محروم یقیں[vii]

زیر نظر بحث سے علم ہوتا ہے کہ اسلامی نظام معیشت پر اقبال کی گہری نظر تھی اور وہ اسلامی نظام معیشت کے بہت بڑے داعی تھے۔

"Political Thought in Islam" سے افکارِ اقبالؒ:

۱۹۰۸ء میں اقبال کا ایک تحقیقی مضمون Political Thought in Islam لندن کے The Sociological Review میں شائع ہوا۔ جس میں انہوں نے نہایت تفصیل سے اسلامی نظام حکومت کے خدوخال بیان کیے۔

۱) اسلام نے تمام عرب و عجم کو وحدانیت اور مساوات کے نام پر متحد کیا اور بلا تفریق رنگ، نسل و مذہب سب کو برابر حقوق عطا کیے۔ رسول اللہ ﷺ نے متعدد مرتبہ فرمایا کہ میں بھی تمہاری طرح ہی ایک انسان ہوں اور بطور شہری مجھے بھی وہی حقوق حاصل ہیں جو دیگر شہریوں کو حاصل ہیں۔

۲) اس مضمون میں اقبال نے تاریخی حوالوں سے ثابت کیا کہ اسلام میں اشرافیہ اور حکومتی عہدیداروں یہاں تک کہ خلیفہ یا امیر المومنین کے لئے بھی کوئی خصوصی حقوق موجود نہیں ہیں، خلیفہ سمیت حکومتی نمائندگان کا احتساب ہو سکتا ہے۔

۳) اسلام سے قبل کسی بھی قبیلے کو سردار منتخب کرنے کے لئے الیکشنز کا تصور نہیں تھا لیکن اسلام کے بعد خلفائے راشدین کی حکومت جو قریباً ۳۰ سال رہی اس میں چاروں خلفائے راشدین ریفرینڈم کے ذریعے منتخب ہوئے اور ان کی بیعت عامہ ہوئی نیز انہوں نے تاریخی حوالوں سے ثابت کیا کہ خلافت بنو امیہ میں ۱۴ خلفاء نے اپنے بیٹوں کو بطور جانشین نامزد کیا لیکن ان میں سے گیارہ (11) عوام الناس سے اعتماد کا ووٹ حاصل نہ کر سکے اور امیر المومنین منتخب نہ ہوئے۔

۴) اس مضمون میں انہوں نے الماوردی، امام غزالی اور دیگر اسلامی مفکرین کی قاضی یا جج، ممبر پارلیمنٹ اور امیر بننے کی شرائط، اسلامی حکومت، الیکشنز، عدالتی اختیارات، خلیفہ یا امیر المومنین کے لئے قریشی ہونے کی شرط، عورت کی حکمرانی، خلیفہ یا امیر، جج، ممبر پارلیمنٹ اور حکومتی عہدیدار بننے کی اہلیت، اسلامی حکومت میں غیر مسلمین کے برابر حقوق، اجتہاد کی اہمیت، سنی، شیعہ اور خوارج کی حکومتوں میں فرق اور دیگر معاملات پر بھی بحث کی۔[viii]

"Islam as a Moral & Political Ideal" سے افکارِ اقبال:

یورپ سے آنے کے بعد اقبال نے انجمن حمایت اسلام کی سالانہ تقریب منعقدہ لاہور میں زیر نظر مقالہ Islam as a Moral and Political Ideal پیش کیا جسے پہلی مرتبہ لاہور کے مجلہ "ابزرور" کی اپریل ۱۹۰۹ء کی اشاعت میں شامل کیا گیا۔ اس میں اقبال کہتے ہیں!

۱) جمہوریت کو اسلام کے سیاسی نصب العین کا ایک اہم پہلو سمجھا جانا چاہیئے تاہم اس بات کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ مسلمان انفرادی آزادی کے تصور کے باوجود ایشیاء کی سیاسی بہتری کے لئے کچھ نہ کر سکے۔ ان کی جمہوریت صرف تیس سال ہی رہی۔

۲) دین اسلام میں تمام افراد میں مکمل مساوات کا اصول ہے۔ اسلام میں اشرافیہ کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اسلام میں نہ کوئی مراعات یافتہ طبقہ ہے، نہ کوئی دینی پیشوائی کا نظام ہے اور نہ ہی ذات پات کا تصور ہے۔ اسلام ایک وحدت ہے جہاں کوئی امتیاز نہیں ہے اور مساوات کا یہی اصول تھا جس نے ابتدائی دنوں کے مسلمانوں کو دنیا کی ایک عظیم ترین سیاسی قوت بنادیا۔ اسلام نے تفریق اور امتیاز مٹانے والی قوت کے طور پر کام کیا۔ اس نے فرد کو داخلی طاقت کا احساس دیا، اس اصول نے ہی ان لوگوں کو رفعت عطا کی جو سماجی لحاظ سے کمتر تھے۔

۳) رسول اللہ ﷺ نے اپنے رشتہ داروں سمیت کسی کو بھی اپنے بعد مسلمانوں کا امیر مقرر نہ فرمایا بلکہ یہ حق عامۃ المسلمین کو دیا کہ وہ جسے بہتر سمجھیں، ان کے بعد مسند اقتدار پر بٹھائیں۔ تمام خلفائے راشدین کا انتخاب بھی رائے شماری سے ہی ہوا۔[ix]

"The principle of Movement in the Structure of Islam" سے افکارِ اقبال:

اقبال نے دسمبر ۱۹۲۸ء تا جنوری ۱۹۲۹ء مسلم ایسوسی ایشن مدراس کی دعوت پر مدراس، حیدر آباد اور علی گڑھ میں خطبات پیش کیے تھے۔ چھے خطبات پر مشتمل کتاب "The Reconstruction of Religious Thought in Islam" ۱۹۳۰ء میں شائع ہوئی جبکہ ۱۹۳۴ء میں شائع ہونے والے ایڈیشن میں ساتویں خطبے کا بھی اضافہ کیا گیا۔

۱) چھٹے خطبہ "The Principle of Movement in the structure of Islam" میں اقبال روحانی جمہوریت کا نظریہ پیش کرتے ہیں! روحانی جمہوریت میں اتحاد انسانی کے حوالے سے ہر انسان کو اپنے مذہب اور عقیدے کے مطابق زندہ رہنے کا پورا پورا حق ہے اور یہی صحیح اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ خطبات میں اقبال نے خلافت کے اختیارات پارلیمان کو سونپنے کی حمایت کی ہے۔ تاہم بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اقبال خلافت کے ادارے کو اسلامی سیاسی نظام کی بنیاد تصور کرتے ہیں۔ افکارِ اقبال سے علم ہوتا ہے کہ اقبال سمجھتے ہیں کہ چونکہ تمام انسان ایک ہی روح اعلیٰ سے منسلک ہیں اس لیے وہ

سب مساوی ہیں اور کسی انسان کو دوسرے انسان پر فوقیت نہیں ہے۔ روحانی جمہوریت کے حوالہ سے اقبالؒ کے پیش نظر "میثاق مدینہ" ہے جو دنیا میں پہلے تحریری دستور کے طور پر جانا جاتا ہے اور اس کے مطابق مسلمانوں، مشرکین، عیسائیوں،

۲) یہودیوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کو مساوی حقوق حاصل تھے۔

۳) اسلام ایسے سادہ لوگوں پر نازل ہوا جو پرانی تہذیبوں کے اثرات سے پاک ایسی سرزمین میں آباد تھے جہاں تین براعظم آپس میں مل جاتے ہیں۔ اس نئی تہذیب نے "توحید" کے اصول کو عالمی اتحاد کی بنیاد قرار دیا۔ اسلام دراصل ایک ایسا ریاستی نظام ہے جو انسانیت کی عقلی اور جذباتی زندگی میں عملی طور پر وحدت کے اصول کو داخل کر دیتا ہے۔ وہ بادشاہوں کی اطاعت کے بجائے خدا کی اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے اور چونکہ خدا ہی حیات انسانی کی روحانی بنیاد ہے اس لیے خدا کی اطاعت دراصل انسان کی اپنی مثالی فطرت کی اطاعت ہے۔ توحید کے بعد دوسری اہم چیز مساوات انسانی ہے۔[x]

زندہ رود سے افکارِ اقبال:

اقبال الفارابی کی طرح جمہوری طرز حکومت ہی کو اسلام کی روح کے قریب ترین سمجھتے تھے۔ وہ جدید اسلامی جمہوریہ کی بنیاد انتخابات، حقوق بشر کے تحفظ اور قانون کی حاکمیت پر استوار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ اصول اسلام سے متصادم نہیں۔ اقبال نے خطبہ الہ آباد میں واضح طور پر اعلان کیا تھا کہ ان کی مجوزہ اسلامی ریاست میں اقلیتوں کے عقیدہ، جان ومال کا تحفظ قرانی فرمان (سورہ الحج:۴۸) کے تحت مسلمانوں کا فرض ہے۔ نیز مسلم ریاست کے قیام کے بارے میں اپنی تجویز کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے خط مورخہ ۱۱ جنوری ۱۹۳۱ء بنام سید نذیر نیازی تحریر کرتے ہیں! برصغیر میں ایک یا متعدد اسلامی ریاستوں میں ہندو اقلیت کے حقوق کا پورا تحفظ کیا جانا چاہیئے۔[xi]

اقبال کے مغربی جمہوریت، سیکولرازم اور تھیوکریسی پر اعتراضات:

علامہ محمد اقبالؒ نے مغربی طرز جمہوریت پر بہت سے اعتراضات کیے، وہ مغربی طرز جمہوریت کی بجائے روحانی جمہوریت کے داعی تھے۔ اقبال نہ تو سیکولرازم کے قائل تھے کہ جس میں مذہب سے مکمل طور پر پیچھا چھڑالیا جاتا ہے اور نہ ہی وہ تھیوکریسی کے قائل تھے کہ جس میں مذہبی رہنماؤں کو کھلی اجازت دے دی جائے کہ ان کی مرضی اور منشاء کے فتوؤں کے مطابق حکومتیں چلائی جائیں بلکہ اقبال قرآن وسنت کے داعی تھے کہ روحانی جمہوریت میں تمام مذاہب ومسالک کے عوام؛ میثاق مدینہ کی طرز پر دستور بنائیں اور دستور میں کوئی ایسی شق نہ ہو جو قرآن وسنت کے خلاف ہو۔

اقبالؒ کے مغربی طرزِ جمہوریت پر اعتراضات:

علامہ نے جمہوریت پر جو اعتراضات اٹھائے، ان کا مختصر تجزیہ اس طرح ہے!

ا۔ جمہوریت ایک ایسا نظام ہے جس میں افراد کی عددی اکثریت فیصلہ کرتی ہے۔ افراد کی اہلیت کو مد نظر نہیں رکھا جاتا بلکہ تعداد کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔ سیاسی قوت واقتدار قابل اور مدبر لوگوں کی بجائے متوسط لوگوں کے ہاتھ آجاتا ہے۔

اس راز کو ایک مرد فرنگی نے کیا فاش — ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے
جمہوریت ایک طرز حکومت ہے کہ جس میں — بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے [xii]

۲۔ پارلیمنٹ، مجلس آئین ساز وغیرہ سب سرمایہ داروں کے تحفظ کرنے والے ادارے ہیں۔ نظم سلطنت میں لکھتے ہیں!

مجلس آئین واصلاح ورعایات وحقوق — طب مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری
گرمی گفتار اعضائے مجالس الاماں — یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری [xiii]

۳۔ جمہوریت کا چہرہ تو روشن ہے لیکن اس کا اندرون تو چنگیز کی طرح تاریک تر ہے۔ ابلیس کی مجلس شوریٰ میں پہلے مشیر سے کہلواتے ہیں۔

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام — چہرہ روشن اندرون چنگیز سے تاریک تر [xiv]

سیکولرازم اور تھیوکریسی کے حوالہ سے اقبالؒ کی رائے:

ا۔ مارٹن لوتھر اور پروٹسٹنٹ راہنماؤں نے تھیوکریسی، مذہبی راہنماؤں اور مذہب کی سیاست وحکومت میں مداخلت کے خلاف سخت مزاحمت کی۔ ان کا موقف رہا کہ مذہب کا معاملہ انسان کا ذاتی معاملہ ہے۔ اس لیے ہر شخص کو اجازت ہونی چاہیئے کہ خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب و مسلک سے کیوں نہ ہو، وہ مذہب کو اپنی ذاتی زندگی تک ہی رکھے اور اس اصول کے تحت مذہب اور ریاستی وسیاسی معاملات میں مکمل علیحدگی ہونی چاہیئے۔ علامہ

۲۔ دین وسیاست میں لکھتے ہیں!

کلیسا کی بنیاد رہبانیت تھی — سماتی کہاں اس فقیری میں میری
خصومت تھی سلطانی وراہبی میں — کہ وہ سربلندی ہے یہ سربزیری
سیاست نے مذہب سے پیچھا چھڑایا — چلی کچھ نہ پیر کلیسا کی پیری
ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی — ہوس کی امیری، ہوس کی وزیری

دوئی ملک و دیں کے لیے نامرادی — دوئی چشم تہذیب کی نابصیری
یہ اعجاز ہے اک صحرا نشیں کا — بشیری ہے آئینہ دار نذیری
اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی — کہ ہوں ایک جنیدی و اردشیری[xv]

۳۔ بال جبریل میں لکھتے ہیں!

زمام کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا! — طریق کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی
جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو — جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی[xvi]

اسلامی نظام حکومت و معیشت کے حوالہ سے افکارِ سید مودودیؒ:

مولانا سید مودودیؒ نے اسلامی نظام حکومت و معیشت کے حوالہ سے صرف افکار اور تعلیمات ہی پیش نہیں کیں بلکہ عملی اقدامات میں بھی ان کا حصہ شامل ہے۔ جماعت اسلامی کی آفیشل ویب سائٹ پر آج بھی موجود ہے کہ حکومت الٰہیہ یا اسلامی نظام زندگی کے قیام کے ذریعے رضائے الٰہی اور فلاح آخروی کا حصول، اول روز سے جماعت کے پیش نظر رہا ہے اور آج بھی یہی ایک مقصد ہے جس کے لئے ہم کام کر رہے ہیں۔ یہ اسلامی نظام زندگی کا مطالبہ ہی تھا، جس پر مولانا مودودیؒ اپنی وفات ۱۹۷۹ء تک زور دیتے رہے اور اسی دباؤ کے نتیجہ میں ۱۹۷۳ء کے آئین میں اسلامی دفعات شامل ہوئیں۔[xvii]

سید مودودیؒ کا موقف ہے کہ جمہوری اقدار اور جمہوریت کی اصل روح؛ یورپ کا ورثہ نہیں بلکہ یہ اسلام کا ورثہ ہے۔ اہل مغرب نے اسلام کے نظریہ شورائیت کی بنیاد پر جمہوریت کے نام سے ایک طرز حکومت کو رائج کیا ہے۔ جس کا مقصد الٰہی قوانین کے قوت نافذہ کا حصول نہیں ہے بلکہ مطلق العنان حکومت قائم کرنا ہے تاکہ لوگوں کا بآسانی استحصال کیا جاسکے۔ انتخابات میں زیادہ تر وہ لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو عوام کو اپنی دولت، اپنے علم، اپنی چالاکی اور اپنے جھوٹے پروپیگنڈے کے زور سے بے وقوف بناسکتے ہیں۔ پھر یہ عوام کے فائدے کے لئے نہیں بلکہ اپنے شخصی اور طبقاتی فائدے کے لئے قوانین بناتے ہیں یہی مصیبت امریکہ میں ہے، یہی انگلستان میں ہے جو جمہوری ممالک ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔[xviii]

سید مودودی ایسی کسی بھی جمہوریت کی سختی سے تردید کرتے ہیں کہ جس میں اقتدار اعلی کے مالک عوام ہوں۔ کوئی شخص خاندان طبقہ یا گروہ بلکہ ساری آبادی مل کر بھی حاکمیت کی مالک نہیں ہے۔ حاکم اعلی Sovereign صرف خدا ہے۔ اور باقی سب محض رعیت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جبکہ مغربی جمہوریت میں ایسا نہیں ہے بلکہ اقتدار اعلیٰ کا مالک عوام کو سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ اسلام میں ایک بالاتر بنیادی قانون خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے ذریعے سے دیتا ہے جس کی اطاعت ریاست اور قوم کو کرنی

پڑتی ہے جبکہ انسان ان اختیارات کو بطور خلیفہ استعمال کرتا ہے۔[xix]

سید مودودی جمہوریت کی بنیاد پر حکمرانوں یا عوام الناس کی مطلق العنانی کے خلاف تھے اور اسی طرح وہ خلافت بنو امیہ، بنو عباس یا خلافت عثمانیہ کی طرز پر خلافت کے قیام کے بھی قائل نہیں تھے۔ وہ ان دونوں نظریات کے مابین ایک اور نظریہ پیش کرتے ہیں۔ جس کو وہ خلافت جمہور سے معنون کرتے ہیں اور جو خلافت راشدہ سے قریب تر ہو۔ ظاہری طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ سید مودودی مغربی جمہوریت یا آج کی دنیا میں رائج جمہوریت کے نظریہ حاکمیت کو جزوی طور پر مسترد کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں "خلافت جمہور یا جمہوری خلافت یا الٰہی حکومت کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ اس نظریہ کی وضاحت وہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ ہم جمہوری حاکمیت کے بجائے جمہوری خلافت کے قائل ہیں۔ ہم بھی اس بات کے قائل ہیں کہ حکومت کا انتظام اور حکمرانوں کا انتخاب تمام باشندوں کی آزادانہ مرضی اور رائے سے ہونا چاہیے ہم بھی اس نظام زندگی کے سخت مخالف ہیں جس میں لوگوں کیلئے اظہار رائے کی آزادی، اجتماع کی آزادی اور سعی و عمل کی آزادی نہ ہو۔ یہ امور جو جمہوریت کا اصل جوہر ہیں ان میں ہماری جمہوریت اور مغربی جمہوریت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو اہل مغرب نے ہمیں سکھائی ہو ہم اس جمہوریت کو اس وقت سے جانتے ہیں اور دنیا کو اس کا بہترین عملی نمونہ دکھا چکے ہیں کہ جبکہ مغرب پرستوں کی پیدائش میں ابھی سینکڑوں برس کی دیر تھی دراصل ہمیں اس زبردست جمہوریت سے جس چیز میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ خلافت بلاشبہ جمہوری ہونی چاہیے۔ جمہور کی رائے سے ہی حکومت کے امیر کا انتخاب ہونا چاہیے۔ جمہوری رائے سے اہل شوریٰ منتخب ہونے چاہیے اور جمہور کے مشورے سے حکومت کے سارے انتظامات چلنے چاہیے۔ عوام کو تنقید و احتساب کا کھلا حق ہونا چاہیے لیکن یہ کچھ اس احساس و شعور کے ساتھ ہونا چاہیے کہ ملک خدا کا ہے ہم مالک نہیں بلکہ نائب ہیں اور ہم نے وہ احکامات ماننے ہیں جو خدا نے ہماری زندگی کیلئے مقرر کر دیئے ہیں۔[xx] اس ضمن میں آپ مندرجہ ذیل قرآنی آیات کا حوالہ بھی پیش کرتے ہیں!

"فتعلی اللہ الملک الحق[xxi]"۔

"پس اللہ ہی حقیقی مالک ہے۔"

"قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ٘-وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُؕ-بِیَدِكَ الْخَیْرُؕ-اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ [xxii]"

"اور کہو کہ اے اللہ آپ ہی مالک الملک ہیں، جسے چاہیں ملک عطا کریں اور جس سے چاہیں چھین لیں، جسے چاہیں عزت دیں اور جسے چاہیں ذلت دیں، خیر و برکت ان ہی کے ہاتھ ہے، بے شک آپ ہی ہر چیز پر قادر ہیں۔"

"اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ-اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ-"[xxiii]

"حکم توصرف اللہ کا ہے۔اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔"

" وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ-"[xxiv]

"اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔"

" وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ-" [xxv]

"جو اللہ نے اس میں نازل فرمایا ہے اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔"

مولانا سید مودودی مغربی طرز جمہوریت کے نقائص کو جمہوریت کی ناکامی کا پیش خیمہ قرار دیتے ہیں۔ان کے نزدیک جمہوریت کی ناکامی کے اسباب میں سب سے پہلے مطلق العنان جمہوریت قائم کرنے کی کوشش ہوتی ہے لیکن اسلام پہلے ہی قدم پر اس کا صحیح علاج کر دیتا ہے۔وہ جمہوریت کو ایک ایسے بنیادی قانون کا پابند بناتا ہے جو کائنات کے اصل حاکم نے مقرر کیا ہے۔دوم یہ کہ کوئی جمہوریت اس وقت تک نہیں چل سکتی جب تک دلوں میں اس کا بوجھ سہارنے کے لائق شعور اور مناسب اخلاق نہ ہو۔ اسلام اسی لئے عام مسلمانوں کی فرداًفرداً تعلیم اور اخلاقی تربیت پر زور دیتا ہے۔جمہوریت کی کامیابی کے ساتھ چلنے کا انحصار ایک بیدار مغز مضبوط رائے عامہ ہے اور اس طرح کی رائے عامہ اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب معاشرہ اچھے افراد پر مشتمل ہو ان افراد کی صالح بنیادوں پر ایک اجتماعی نظام میں منسلک کیا گیا ہو اور اس اجتماعی نظام میں اتنی طاقت موجود ہو کہ برائی اور برے کام اس میں پھیل نہ سکیں اور نیکی اور نیک لوگ اس میں ابھر سکیں اسلام نے اس کیلئے ہم کو تمام ضروری ہدایات دے دی ہیں۔اگر مندرجہ بالا اسباب فراہم ہو جائیں تو جمہوریت کامیابی کے ساتھ چل سکتی ہے۔[xxvi]

مولانا سید مودودی الٰہی جمہوریت Theo Democratic State کی بات کرتے ہیں کیونکہ اس میں خدا کی حاکمیت اور اس کے اقتدار اعلیٰ کے تحت مسلمانوں کو ایک محدود حکومت عطا کی گئی ہے۔اس میں عاملہ مسلمانوں کی رائے سے بنے گی۔ مسلمان ہی اس کو معزول کرنے کے مختار ہوں گے۔سارے انتظامی معاملات اور تمام وہ مسائل جن کے متعلق خدا کی شریعت میں صریح حکم موجود نہیں ہے۔مسلمانوں کے اجماع ہی سے طے ہوں گے اور الٰہی قانون جہاں تعبیر طلب ہو گا وہاں کوئی مخصوص طبقہ یا نسل نہیں بلکہ عام مسلمانوں میں سے ہر وہ شخص اس کی تعبیر کا مستحق ہو گا جس نے اجتہاد کی قابلیت بہم پہنچائی ہو۔[xxvii]سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۳۰

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۔[1]

اور جب کہ تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ خلیفہ اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ کے تفویض کردہ اختیارات اس کے نائب کی حیثیت سے استعمال کرے۔ وہ مالک نہیں ہوتا بلکہ مالک کا نائب ہوتا ہے اس کے اختیارات ذاتی نہیں ہوتے بلکہ مالک کے عطا کردہ ہوتے ہیں وہ اپنے منشاء کے مطابق کام کرنے کا حق نہیں رکھتا بلکہ اس کا کام مالک کے منشاء کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ اگر وہ خود اپنے آپ کو مالک سمجھ بیٹھے اور تفویض کردہ اختیارات کو من مانے طریقے سے استعمال کرنے لگے یا اصل مالک کے سوا کسی اور کو مالک تسلیم کرکے اس کے منشاء کی پیروی اور اس کے احکام کی تعمیل کرنے لگے تو یہ سب غداری اور بغاوت کے افعال ہوں گے۔[xxviii] مولانا سید مودودیؒ سورہ النور کی آیت نمبر ۵۵ کی تفسیر میں لکھتے ہیں!

" وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔[xxix]"

"اللہ نے تم میں سے ایمان والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو خلافت دی ہے۔"

مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اسلامی ریاست میں کوئی ایک فرد، خاندان یا طبقہ نہیں ہوتا، بلکہ پوری امت مسلمہ خلافت کی حامل ہوتی ہے۔ جس طرح غیر اسلامی جمہوریت کی بنیاد عوامی حاکمیت کے اصول پر ہے، اسی طرح اسلامی جمہوریہ مقبولیت کے اصول (خلافت، نیابت) پر مبنی ہے۔[xxx]

مولانا سید مودودیؒ کے نظریہ ریاست اور نظریہ دین کا بھی آپس میں گہرا تعلق ہے اور آپکا سیاسی نظریہ آپ کے نظریہ دین سے متاثر ہے۔ مولانا مودودیؒ نے اپنی کتاب میں لفظ دین کی تحقیق پیش کی ہے اور اس دین کے مفاہیم قرآن وسنت اور لغت سے بیان کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی متعدد آیات کا حوالہ دے کر مولانا مودودی بیان کرتے ہیں کہ دین کا لفظ قرآن کریم کے ان مقامات پر اقتدار اعلیٰ اور اقتدار کو تسلیم کرنے اور اطاعت کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اللہ کے دین کے لئے دین کو خالص کرنے کا مطلب ہے کہ انسان؛ اللہ کے سوا کسی کی حاکمیت اور فرمانروائی کو تسلیم نہ کرے۔ اگر سیاست کرتے ہوئے اللہ کا حکم اور اس کی رضا جو اللہ نے کسی حکمران کے لئے مقرر کیا ہے تو وہ بھی دین میں شامل ہے۔ یوں دین کو ایک قانون، ضابطہ، شریعت اور طریقہ اور نظام فکر و عمل قرار دیتے ہیں۔ جس کی پابندی میں انسان زندگی بسر کرتا ہے۔ اگر وہ اقتدار خدا کا ہے تو اسی کا

---

[1] البقرہ ۲: ۳۰۔

دین ہے۔ ار وہ کسی بادشاہ کا یا پنڈتوں کا اقتدار ہے تو اسی کا دین ہے۔ اسی طرح کسی خاندان، برادری یا جمہور وم کا اقتدار ہے تو ان کا وہی دین ہے۔ [xxxi]

دین کیسے قائم ہو گا، اس حوالہ سے مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ دین کو قائم کرنے کے لئے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ایک مسلمان پہلے دین کو خود سمجھے اور پھر اسے آگے پھیلائے اور ایک جماعت تیار کرے اور آہستہ آہستہ وہ جماعت اتنی طاقت ور ہو جائے کہ اسلامی حکومت قائم کر سکے۔ تو تب ہی وہ اسلامی حکومت قائم کرنے کے مکلف ہوں گے۔ لیکن اگر عام آدمی جو خود بھی دین کی ٹھیک طرح سے سمجھ بوجھ نہیں رکھتا، نہ ہی اتنی طاقت رکھتا ہے کہ حکومت کے مخالف آسکے اور نہ ہی اس کے پاس کوئی جماعت ہو اور وہ ایک غیر اسلامی حکومت میں کمزور حیثیت میں رہ رہا ہو تو وہ؛ ایک اسلامی حکومت قائم کرنے کا مکلف نہ ہو گا۔ اس لائحہ عمل کو مکمل کرتے ہوئے اسلامی ریاست قائم کرنے کے لئے جو عمل ترتیب ہیں، اس کے لئے وہ بیان کرتے ہیں؛

۱۔ جمہوری طرز پر انتخاب کرائے جائیں۔

۲۔ عوام کے معیار انتخابات کو بدلا جائے۔

۳۔ انتخاب کے طریقوں کی اصلاح کی جائے۔

۴۔ صالح لوگوں کے اقتدار کے مقام پر پہنچایا جائے۔ جو اسلامی بنیادوں پر سیاسی نظام قائم رکھنے کے اہل ہوں۔ [xxxii]

مولانا مودودیؒ بیان کرتے ہیں کہ اگرچہ دین اور اسٹیٹ کے الفاظ ہم معنی تو نہیں ہیں لیکن دین کا لفظ قریب قریب وہی معنی رکھتا ہے جو زمانہ حال میں اسٹیٹ کے معنٰی ہیں۔ لوگوں کا کسی بالاتر اقتدار کو تسلیم کر کے اس کی اطاعت کرنا یہ اسٹیٹ کے معنٰی ہیں، لوگوں کا کسی بالاتر اقتدار کو تسلیم کر کے اس کی اطاعت کرنا یہ اسٹیٹ ہے۔ دین کا مفہوم بھی اس کے قریب تر ہے، جس میں حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ جو کچھ بھی ہیں صرف اللہ کے لئے ہیں۔ [xxxiii]

مولانا مودودی کے مطابق اسٹیٹ ایک ایسا نظام ہے جو زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کرتا ہے اور ان پر حاوی ہے اور دین بھی اس طرح ہے کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی کرتا ہے۔ دین کا قیام اسٹیٹ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ زنا، چوری، قتل، قذف وغیرہ کی شرعی سزاؤں کا نفاذ اسلامی اسٹیٹ کے قیام کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ نیز یہ کہ ایک شخص جس حد تک اپنے گھر، محلہ سوسائٹی یا ملک میں دین کو قائم کر سکتا ہے وہ اس کا مکلف ہو گا اور اس سے اس کا سوال ہو گا۔

خلاصہ مباحث:

اقبالؒ نے عصر حاضر میں اسلامی نظام حکومت اور اسلامی نظام معیشت کے خدوخال بیان کرنے کے لئے اجتہاد کی اہمیت کو

اجاگر کیا اور علمائے کرام کو اجتہاد کی دعوت دی۔ اقبال کی اس دعوت کو اس وقت کے ایک عالم دین مولانا سید مودودیؒ نے قبول کیا اور پٹھان کوٹ تشریف لائے۔ اس سے قبل کہ اس اہم کام کا باقاعدہ آغاز ہوتا؛ اقبال کی زندگی نے وفا نہ کی۔ یوں دونوں شخصیات کا مشترک کام نہ ہو پایا۔ اقبال کا دعویٰ تھا کہ ریاست مدینہ میں رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عوام کے لیے عوام کی حکومت کے نظام کو قائم کیا تھا جو جمہوریت سے نہایت قریب ہے۔ اقبال چاہتے تھے کہ مغربی جمہوری نظام کی خامیاں دور کر کے روحانی جمہوریت نیز کیپٹلزم، سوشلزم اور کمیونزم کے مقابلہ میں اسلامی نظام معیشت کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔

مولانا سید مودودی اور علامہ اقبال نے موجودہ رائج العمل جمہوریت پر شدید تنقید کی ہے۔ البتہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دونوں شخصیات جمہوریت کی کلی طور پر مخالف نہیں ہیں۔ بلکہ جمہوریت کو اسلام کے آفاقی اصول وضوابط کے ماتحت قیام میں لانا لازمی سمجھتے ہیں۔ اگر جمہوریت کو اسلام کے آفاقی اصولوں کے ماتحت نہ رکھا گیا تو پھر یہی جمہوریت اشتراکیت ملوکیت بادشاہت سے بھی بدتر ہو جاتی ہے نیز ہر طرح کی اخلاقی اقدار سے مبرا ہو جاتی ہے۔ بیسویں صدی میں علامہ اقبال نے اردو شاعری، نثر اور قرآن وحدیث کے حوالہ جات سے خلافت وحکومت اور روحانی جمہوریت کی جس بحث کا آغاز کیا۔ سید مودودی نے اس میں داخل ہو کر ملت کے اسلامی تہذیب و ثقافت کا ایک ایوان تعمیر کرنے کی کوشش کی اور یہ تصور ایوان ہر طرح کے تعصبات سے بالاتر اور عالمگیر اور آفاقی ہے۔ جس کو سید مودودی نے خلافت جمہور یا جمہوری خلافت "کا نام دیا نیز اسے الٰہی حکومت (Theo Democracy) کا بھی نام دیا۔

سید مودودی اور علامہ اقبال کے جمہوریت و معیشت کے حوالے سے نظریات کو پرکھنے سے قبل اس نقطہ کو سمجھنا لازمی ہے کہ وہ بنیادی نقطہ کیا ہے جس کی وجہ سے یہ دونوں شخصیات رائج العمل جمہوریت کو مغربی جمہوریت کا نام دے کر اس کی مخالفت کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ غور کرنے پر علم ہوتا ہے کہ ایک ہی بنیادی وجہ اختلاف ہے کہ موجودہ رائج العمل جمہوریت میں جمہور یا عوام الناس مقتدر اعلیٰ کا مصداق قرار پاتا ہے۔ جبکہ اسلام میں ایسا نہیں ہے بلکہ مقتدر اعلیٰ؛ اللہ تعالیٰ ہیں اور انسان بطور خلیفہ ان اختیارات کو استعمال کرتا ہے۔

اگر دونوں بزرگان کے نظریات کا بغور جائزہ لیا جائے تو دونوں ہی مغربی نظام جمہوریت کے سخت مخالف ہیں جس میں عوامی نمائندگان کو بے حد اختیار دے کر اللہ کی حاکمیت کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اقبال اپنے منفرد انداز کی شاعری اور نثر میں روحانی

جمہوریت جبکہ مولانا سید مودودیؒ قرآن و سنت کی روشنی میں جمہوری خلافت کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ مختلف الفاظ اور مختلف دلائل اور مختلف انداز کے باوجود حکومت و معیشت کے حوالہ سے دونوں بزرگوں کا نظریات بے حد مماثلت پائی جاتی ہے۔

نتائج:

- اقبال سمجھتے تھے کہ اسلامی نظام حکومت جمہوریت سے قریب ہے لیکن وہ مغربی طرز جمہوریت کے سخت خلاف تھے اور اسے غلط سمجھتے تھے۔ وہ قرآن و سنت کے مطابق روحانی جمہوریت کے داعی تھے، عصر حاضر میں اجتہاد کے حوالہ سے انہوں نے بیسویں صدی کے آغاز میں علمائے کرام کو اجتہاد کی دعوت بھی دی، جسے مولانا سید مودودیؒ نے قبول کیا لیکن اس مشترک کام کے آغاز سے قبل ہی اقبال نے وفات پائی۔
- سید مودودیؒ نے بھی مغربی جمہوریت پر سخت تنقید کی اور عہد حاضر کے لئے الٰہی حکومت (Theo Democracy) جسے انہوں نے خلافت جمہوریا جمہوری خلافت کا نام دیا کا نظریہ پیش کیا۔
- اگر دونوں بزرگان کے نظریات کا بغور جائزہ لیا جائے تو دونوں ہی مغربی نظام جمہوریت کے سخت مخالف ہیں جس میں عوامی نمائندگان کو بے حد اختیار دے کر اللہ کی حاکمیت کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اقبال اپنے منفرد انداز کی شاعری اور نثر میں روحانی جمہوریت جبکہ مولانا سید مودودیؒ قرآن و سنت کی روشنی میں جمہوری خلافت کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ مختلف الفاظ اور مختلف دلائل اور مختلف انداز کے باوجود حکومت و معیشت کے حوالہ سے دونوں بزرگوں کا نظریات بے حد مماثلت پائی جاتی ہے۔

تجاویز و سفارشات:

- رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کی طرز حکمرانی جسے شورائی حکومت بھی کہا جاسکتا ہے؛ کو دنیا بھر میں عام کرنے کی ضرورت ہے کہ کس طرح ان کے اقدامات کے باعث اس وقت کی معلوم دنیا میں امن و امان قائم ہو گیا تھا۔ عدل و انصاف اور قانون کی حکمرانی تھی۔ ہر ایک کو مذہبی آزادی حاصل تھی، خلیفہ وقت، افسران بالا اور مزدور کی تنخواہ برابر تھی اور مملکت میں ایسی خوشحالی تھی کہ زکواۃ لینے والے نہیں ملتے تھے۔
- آج دنیا میں جنگ کے بغیر فتح حاصل کرنے کا نظریہ کافی فروغ پا رہا ہے لیکن اس ضمن میں سائبر وار نفسیاتی جنگ کی تیکنیکس متعارف ہو رہی ہیں۔ ایسے میں دنیا کو یہ باور کرانے کی ضرورت ہے کہ اصل حکمرانی: دلوں پر حکومت کرنا

ہے۔ اس ضمن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے نظام حکومت کو فروغ دیا جانا چاہیئے اور ترقی یافتہ ممالک میں اس موضوع پر مباحثے اور سیمی نارز کی کاوشیں کرنا چاہیئں۔

حوالہ جات

۱۔ النجم ۵۳:۳۹۔

۲۔ محمد اقبال، کلیات اقبال اردو، شیخ بشیر پبلشرز لاہور، ۱۹۹۴، ص ۳۵۴۔

۳۔ البقرہ ۲:۲۱۹۔

۴۔ محمد اقبال، کلیات اقبال اردو، ص ۷۵۹۔

۵۔ ایضاً، ص ۸۲۸۔

۶۔ ایضاً، ص ۳۰۷۔

۷۔ ایضاً، ص ۸۳۵۔

۸۔ Muhammad Iqbāl, Political thought in Islam, The Sociological Review, London, July 1908.

۹۔ محمد اقبال، اسلام کا اخلاقی اور سیاسی نصب العین، مترجم خالدہ جمیل ناصر، اقبال اکادمی لاہور، ۲۰۲۱، ص ۴۰، ۴۱۔

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۸۰۔

۱۱۔ ڈاکٹر جاوید اقبال، زندہ رود، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۴، ص ۲۲۶۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۷۷۶۔

۱۳۔ ایضاً، ص ۳۰۶۔

۱۴۔ ایضاً، ص ۸۲۸۔

۱۵۔ ایضاً، ص ۵۱۷۔

۱۶۔ ایضاً، ص ۴۱۳۔

۱۷۔https://www.jamaat.org/content/89

۱۸۔ مولانا سید ابوالاعلی مودودی اسلامی ریاست لاہور اسلامک پبلیکیشنز، ۱۹۹۰، ص ۱۳۱۔

۱۹۔ مولانا سید مودودی، اسلامی ریاست، ص ۱۲۸،۱۲۹۔

۲۰۔ مولانا سید ابوالاعلی مودودی خلافت وملوکیت لاہور اسلامک پبلیکیشنز، ۱۹۷۰ء ص ۲۸۹۔

۲۱۔ المومنون ۲۳:۱۱۶۔

۲۲۔ آل عمران ۳:۲۶۔

۲۳۔ یوسف ۱۲:۴۰۔

۲۴۔ المائدہ ۵:۴۴۔

۲۵۔ المائدہ ۵:۴۵۔

۲۶۔ مولانا سید مودودی اسلامی ریاست، ص ۵۴۲،۵۴۱۔

۲۷۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رسائل ومسائل لاہور اسلامک پبلی کیشنز ۱۹۸۰، جلد اول، ص ۳۶۲۔

۲۸۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن لاہور: ادارہ ترجمان القرآن (۱۹۷۰ء) جلد اول، ص ۶۲۔

۲۹۔ النور ۲۴:۵۵۔

۳۰۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی ریاست، مرتب: خورشید احمد، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۵، ص ۲۶۴۔

۳۱۔ مولانا سید مودودی، ابوالاعلی، قرآن کی بنیادی چار اصطلاحیں، ص ۱۳۱۔

۳۲۔ مولانا سید مودودی، ابوالاعلیٰ، اسلامی ریاست، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ص ۲۲۔

۳۳۔ مولانا سید مودودی، ابوالاعلیٰ، تحریک آزادی ہند (حصہ دوم)، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ص ۱۲۳۔